Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

خصوصی شمارہ برائے "عُرف بطور ماخذِ شریعت"

Family Jurisprudence (Fiqh al-Usrah) and Custom (‘Urf) in the Prophetic Era: An Analytical Study of its Application in the Contemporary Age

عہدِ رسالت میں فقہُ الاسرہ اور عرف: عصرِ حاضر میں اس کے اطلاق کا تحقیقی جائزہ

Authors Details

1. **Dr. Abdul Rehman Khan** (Corresponding Author)
   Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Poonch, Rawalakot, Azad Jammu & Kashmir, Pakistan.
   Email: drabdulrehmank@upr.edu.pk

Citation

Khan, Dr. Abdul Rehman. " Family Jurisprudence (Fiqh al-Usrah) and Custom (‘Urf) in the Prophetic Era: An Analytical Study of its Application in the Contemporary Age " *Al-Marjān Research Journal*, 3, no.1, Jan-Mar (2025): 60− 72.

Submission Timeline

Received: Dec 06, 2024
Revised: Dec 20, 2024
Accepted: Jan 03, 2025
Published Online: Jan 12, 2025

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.

Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Family Jurisprudence (Fiqh al-Usrah) and Custom (ʻUrf) in the Prophetic Era: An Analytical Study of its Application in the Contemporary Age

عہدِ رسالت میں فقہُ الاسرہ اور عرف: عصرِ حاضر میں اس کے اطلاق کا تحقیقی جائزہ

☆ ڈاکٹر عبدالرحمٰن خان

Abstract

Introduction to the Research Problem: This research article explores the reforms Islam introduced in the customs (ʿurf) of Arab society with regard to fiqh al-usrah (family jurisprudence or marital rulings). It further investigates the nature of prevailing customs in today's society concerning fiqh al-usrah, and clarifies the Islamic Shari' ah's perspective on these customs. Primary Research Question: What reforms did Islam introduce in the prevalent customs of Arab society regarding fiqh al-usrah, what were the guiding principles and regulations, and how can these reforms be applied to the prevailing customs in contemporary society? Research Objective: The objective of this study is to identify the flaws within the traditional customs of Arab society and analyze the reforms introduced by Islam in the light of its universal principles. This aims to enable a better understanding of the eternal principles of Islam, so that the prevailing customs related to fiqh al-usrah in every era can be assessed and their validity determined in accordance with Islamic teachings. Research Methodology: The research methodology involves an analysis of the customary practices regarding fiqh al-usrah in Arab society during the Prophetic period. It examines the Islamic reforms in the customs of marriage, divorce, waiting period (ʿiddah), and inheritance. Furthermore, the study analyzes some current customary practices in light of these reforms to determine their standing in Islamic law. Key Findings: Islam completely abolished those elements of Arab customs related to marriage where a woman could have sexual relations with someone other than her husband. It introduced restrictions on divorce practices and reduced the excessively long waiting periods for widows. In inheritance, Islam eliminated the customary deprivation of women and children from their rightful shares

Keywords: Family jurisprudence, customs, Arab society, marriage, divorce, inheritance

تعارف موضوع

فقہ الأسرہ سے مراد عائلی احکام ہیں، جس میں نکاح، طلاق، وراثت، وصیت، نفقہ اور خضانت وغیرہ کے موضوعات کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔ عہد رسالت میں فقہ الأسرہ کے عرف میں نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے کیا کیا اصلاحات کیں، اس کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ کہ عہد رسالت میں عرب کے معاشرے میں فقہ الأسرہ کے حوالے سے رائج عرف کا مطالعہ کیا جائے۔ اس مقالے میں فقہ الأسرہ کے حوالے سے نکاح، طلاق،

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف پونچھ، راولاکوٹ، آزاد جموں وکشمیر، پاکستان۔

عدت اور وراثت سے متعلق عرب کے معاشرے کے عرف کا مطالعہ کیا جائے گا۔ مزید اس عرف میں دین اسلام نے کیا کیا اصلاحات کیں اور ان کی کیا حکمتیں تھیں، ان کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ اس کے بعد عہد رسالت کے عرف کا عصر حاضر میں تطبیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

تحقیق کا بنیادی سوال اور اس کی اہمیت

فقہ الأسرہ کے حوالے سے عرب کے معاشرے میں رائج عرف میں دین اسلام نے کیا اصلاحات کیں ان کے اصول وضوابط کیا ہیں اور عصر حاضر کے رائج عرف میں ان کا اطلاق کیسے ہو گا، یہ موضوع تحقیق کا بنیادی سوال ہے۔ فقہ الأسرہ (عائلی احکام) خاندان کی اساس و بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں آیات احکام کا مطالعہ کیا جائے تو تقریبا ایک تہائی آیات کا تعلق فقہ الأسرہ سے حوالے سے ہے۔ اس لیے امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ عرب کے معاشرے میں نکاح، طلاق، عدت اور وراثت کے حوالے سے عرف کیا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس عرف میں کیا اصلاحات کیں ۔ مزید یہ کہ جن اعراف کو ختم کیا، ان کو کن اسباب و محرکات کی وجہ سے ختم کیا اور جن اعراف کو برقرار رکھا، وہ دین اسلام کی اصولی ہدایات پر کس طور پر پورا اترتے ہیں۔ مزید اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ دین اسلام رائج عرف کا مخالف نہیں، بلکہ اس میں پائی جانے والی خرابیوں کی اصلاح کے لیے کبھی اس عرف کو ختم کرتا ہے، اور کبھی اس میں جامع اصلاحات لاتا ہے۔ اس سوال کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں میں عائلی معاملات کے حوالے سے عرف مختلف ہوتے ہیں، اب ان اعراف میں سے کون سے اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز ہوں گے اور کن کی ممانعت ہو گی، اس کا پتا ان اصول وضوابط کی بنیاد کر کیا جائے گا، جن اصول وضوابط کے تحت عرب کے معاشرے میں فقہ الأسرہ کے حوالے سے اصلاحات لائی گئیں۔ مزید اس سے واضح ہو گا کہ دین اسلام میں عرف کا ضرور اعتبار ہے، اگر وہ اسلام کے بنیادی احکامات کے برخلاف نہ ہو۔

سابقہ مواد کا تجزیہ

زیر بحث موضوع کے حوالے سے ایک آرٹیکل بعنوان: عرب عہد جاہلیت میں "طلاق" کا تصور: تحقیقی جائزہ از اورنگزیب، ایضاح ریسرچ جرنل کے شمارہ ۳۵ جلد ۲ میں شائع ہوا ہے۔ اس آٹیکل میں مقالہ نگار میں عہد جاہلیت میں طلاق کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا ہے اور اس بارے میں دین اسلام کے نقطہ نظر کو واضح کیا ہے۔ فقہ الأسرہ کے حوالے سے اس آرٹیکل میں صرف طلاق کا ذکر ہے۔ راقم کے پیش نظر فقہ الأسرہ کے حوالے سے نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ سے متعلق جاہلیت کے عرف کا تجزیہ کر کے ان اصول وضوابط کی تلاش ہے، جن بنیادوں پر ان میں اصلاحات کی گئیں۔ مذکورہ آرٹیکل میں یہ پہلو پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ مزید ان اصول وضوبط کی روشنی میں عصر حاضر میں فقہ الأسرہ کے عرف کے جائز و ناجائز ہونے کے اصول وضوابط کا جائزہ لینا، تاکہ اس کی عصری تطبیق کی جاسکے، مذکورہ پہلو بھی اس آرٹیکل کے پیش نظر نہیں، اس لیے راقم ان پہلوؤں کو واضح کرنے کے لیے اس موضوع پر مزید تحقیقی کام کیا ہے، تاکہ سوچ وفکر کے نئے زاوئے سامنے آسکیں۔ اس موضوع پر تحقیقی کام کے لیے اولا عرب کے معاشرے میں فقہ الأسرہ کے حوالے سے رائج عرف کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

مبحث اول: زواج (نکاح) سے متعلق عرب کے معاشرے کا عرف اور اسلام کی تعلیمات

1۔ عرب کے معاشرے میں مروج نکاح کا عرف

عرب کے معاشرے میں نکاح کی کئی صورتیں مروج تھیں، ان میں ایک صورت تو وہ تھی، جس میں مرد عورت کو باقاعدہ مہر ادا کر کے نکاح میں لاتا تھا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ شوہر خود اپنی بیوی کو ایام حیض سے پاک ہونے کے بعد کسی دوسرے شخص کے پاس تعلق قائم کر لینے کے لیے بھیجتا تھا، اس دوران وہ اس سے جدا رہتا تھا، یہاں تک کہ اس شخص سے بیوی کا حمل ظاہر ہو جائے۔ حمل ظاہر ہونے پر وہ اس سے جنسی

تعلق بھی قائم کرتا تھا، ایسا اس لیے کیا جاتا تھا تاکہ بچہ کسی اچھی نسل کے مرد سے پیدا ہو۔ تیسری صورت نکاح کی یہ ہوتی تھی کہ چند افراد، جن کی تعداد دس سے کم ہوتی، وہ سب ایک خاتون سے تعلق قائم کرتے، جب اسے حمل ٹھہر جاتا اور بچے کی ولادت ہو جاتی تو کچھ دن گزرنے کے بعد وہ خاتون ان سب افراد کو بلا کر کسی ایک کو کہتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے، تو وہ بچہ اس کا شمار کیا جاتا تھا اور کسی کو اس سے انکار کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ نکاح کی چوتھی صورت یہ ہوتی تھی کہ عورت کے پاس بہت سے افراد تعلق قائم کرنے کے لیے آتے تھے، جب اس عورت کو حمل ٹھہر جاتا اور بچے کی پیدائش ہو جاتی تو وہ افراد علم قیافہ (وہ علم جس سے کسی کے چہرے کو دیکھ کر اس کی مشابہت وغیرہ کے امور کو جانا جا سکے) جاننے والے شخص کو بلاتے، تو وہ شخص بچے کی مشابہت رکھنے والے شخص سے کہتا کہ یہ تمہارا بچہ ہے، تو وہ اس کا بچہ کہلاتا تھا۔[1]

مذکورہ چار طرح کے نکاح میں سے پہلی صورت جس میں باقاعدہ مہر کی ادائیگی کے ساتھ مرد عورت کو نکاح میں لاتا تھا اور پھر وہ عورت صرف اپنے شوہر سے ہی جنسی تعلق قائم کر سکتی تھی، اس صورت کو دین اسلام نے برقرار رکھا۔ اس کے علاوہ باقی تینوں صورت میں ایک عورت اپنے شوہر کے علاوہ کئی افراد سے تعلق قائم کرتی تھی، جو سراسر بے حیائی اور دین اسلام کے اعتبار سے ناجائزہ امور ہیں، اس لیے ان صورتوں کو دین اسلام نے مکمل طور پر ممنوع اور حرام قرار دیا۔

2۔ سوتیلی والدہ سے نکاح

اسی عرب کے معاشرے میں نکاح کی ایک صورت یہ تھی کہ ایک شخص کا انتقال ہو جائے تو اس کی وہ بیوی، جس کی اولاد نہیں ہوتی تھی، اس سے اس کی دوسری بیوی کا بڑا بیٹا نکاح کر لیتا تھا، گویا وہ اس کا وارث بن جاتا اور وہ اس کے ملک نکاح میں آجاتی۔ اسی طرح اگر اس کے دیگر بھائی اس سے نکاح کرنا چاہتے، تو مہر جدید کے ذریعہ نکاح کر سکتے تھے، اسی طرح عرب کے معاشرے میں سوتیلا بیٹا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح نہ کرتا اور نہ کسی قریبی عزیز کے نکاح میں دیتا اور وہ سوتیلی ماں کو کسی سے نکاح سے منع کر دیتا، تو اس عورت کا نکاح نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو جاتا۔ جیسا کہ تاریخ العرب القدیم میں مذکور ہے:

> **ومن أنواع الزواج التي لم يقرها الإسلام، واستهجنها المجتمع الجاهلي أيضا زواج المقت، ويكون بأن يرث الابن الأكبر زوجة أبيه، إذا لم يكن لها أولاد منه كما يرث المتاع، إلا إذا افتدت نفسها من الورثة برضا منهم، وإذا أراد زَوَّجها من أحد إخوته بمهر جديد۔]**[2]

یہ نکاح بھی زمانہ جاہلیت کے ان نکاح میں سے ہے، جس کو دین اسلام نے ممنوع قرار دیا۔ اس نکاح کو زواج المقت کہا جاتا تھا۔ گویا سوتیلی ماں سے نکاح کرنے کی ممانعت بیان کی گئی۔

جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[3]

(ترجمہ: اور تم نکاح نہ کرو، جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو، مگر جو ہو چکا سو ہو چکا، یہ بہت بڑے بے حیائی، شدید ناگواری اور بہت برا راستہ ہے۔)

---

[1] Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl. *Al-Jāmiʿ aṣ-Ṣaḥīḥ*, Kitāb an-Nikāḥ, “Bāb Man Qāla Lā Nikāḥ Illā bi-Walī” (Beirut: Dār Ṭawq an-Najāḥ, 1422 AH/2001), Ḥadīth no. 4732.
[2] Burū, Tawfīq. *Tārīkh al-ʿArab al-Qadīm* (Beirut: Dār al-Fikr, 1422 AH/2001), 265.
[3] *An-Nisāʾ*, 4:22.

اس آیت مبارکہ میں سوتیلی ماں سے نکاح کو منع کیا گیا، یعنی وہ خاتون جس نے اس کے باپ، دادا میں سے کسی نے کبھی بھی نکاح کیا ہو، اس سے نکاح منع کیا گیا۔ مزید دین اسلام نے ایسا کرنے والے کو معاف کر دیا لیکن اس حکم کے نازل ہونے کے بعد اگر کسی نے سوتیلی ماں کو نکاح میں رکھا ہو تو اس نکاح کو ختم کرنا لازم ہو گا، اب اس نکاح کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

3۔ نکاح شغار

زمانہ جاہلیت میں نکاح کی ایک صورت یہ تھی کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح کسی ایسے شخص سے کرتا کہ جو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کرے اور ان کے درمیان کوئی مہر نہ ہو، ایسے نکاح کو نکاح شغار کہتے ہیں۔ جیسا کی دکتور جواد علی لکھتے ہیں:

[وهو أن يزوج الرجل ابنته على أن يزوجه الآخر ابنته، ليس بينهما صداق.][4]

((نکاح شغار) یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کسی کو اس طور پر نکاح میں دے کہ وہ اپنی بیٹی اس کو نکاح میں دے گا اور ان دونوں کا کوئی مہر نہیں ہو گا۔

دین اسلام نے اس طرح کے نکاح میں اصلاحات کیں کہ ایک شخص اگر اپنی بیٹی کسی کو نکاح میں باقاعدہ مہر کے ساتھ نکاح میں دے اور دوسرے کی بیٹی باقاعدہ مہر کے ذریعے اپنے نکاح میں لائے، تو یہ صورت نکاح کی درست قرار دی جائے گی۔ گویا دین اسلام نے عرب کے عرف میں اصلاحات اس طور پر لائیں کہ عورت کو نکاح کے موقع پر اس کے حق مہر سے محروم کرنے کی شق کو ختم کر دیا۔

5۔ کثرت ازواج

اہل عرب میں شادیوں میں کثرت کا عرف تھا اور ایک شخص بلا تحدید کئی شادیاں کرتا تھا اور ان کے درمیان عدل و انصاف کا معاملہ بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے:

[أن قريشًا كان الرجل منهم يتزوج العشر من النساء والأكثر والأقل.][5]

(قریش میں سے ایک شخص دس دس شادیاں کرتا، یا اس سے کم یا زیادہ کرتا۔)

اس سے پتا چلتا ہے کہ اہل عرب میں تعدد ازواج کا عرف تھا اور اس میں کوئی تحدید نہیں ہوتی تھی۔ دین اسلام نے تعدد ازواج کے عرف کو تو برقرار رکھا، لیکن اس میں جامع اصلاحات لائیں۔ جیسا کہ سورہ نساء کی آیت نمبر تین میں ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ مرد کو چار شادیوں کی اجازت دی اور ان کے درمیان عدل کرنے کو لازم قرار دیا۔ اہل عرب میں لوگ زیادہ شادیاں تو کر لیتے تھے، اس دوران وہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتائی کا معاملہ کرتے تھے۔ دین اسلام نے چار شادیوں کی اجازت بھی ان کے درمیان عدل کی شرط کے ساتھ اجازت دی اور فرمایا کہ عدل نہ کر سکو، تو ایک بیوی پر ہی اکتفا کرنا چاہیے۔

---

[4] ‘Alī, Jawād. Al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-‘Arab Qabl al-Islām (Beirut: Dār as-Sāqī, 1422 AH/2001), 10:229.
[5] Aṭ-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. Jāmi‘ al-Bayān fī Ta’wīl al-Qur’ān (Beirut: Mu’assasat ar-Risāla, 1421 AH/2000), 7:534.

مبحث دوم: عرب کے معاشرے میں طلاق کا عرف اور اسلام کی تعلیمات

1۔ طلاق بلا تحدید

عرب کے معاشرے میں یہ عرف تھا کہ ایک شخص اپنی زوجہ کو طلاق دیتا اور عدت کے ختم ہونے سے پہلے پہلے رجوع کر لیتا، پھر طلاق دیتا اور عدت کے ختم ہونے پر رجوع کر لیتا۔ ایسا وہ سینکڑوں بار بھی کر لیتا اور پھر رجوع کرتا، تو وہ عورت اس کے عقد میں ہی رہتی۔ گویا طلاق میں کوئی تحدید نہیں تھی کہ اتنی طلاق کے بعد وہ عورت اس کے عقد زوجیت سے نکل جائے گی۔ تفسیر ابن کثیر میں "الطلاق مرتان۔۔۔" کی آیت کے پس منظر کے حوالے سے درج ہے کہ:

[عن عائشة قالت: لم يكن للطلاق وقت، يطلقُ الرجل امرأته ثم يراجعها ما لم تنقض العدة، وكان بين رَجل من الأنصاروبين أهله بعضُ ما يكون بين الناس فقال: والله لأتركنك لا أيِّمًا ولا ذات زوج، فجعل يطلقها حتى إذا كادت العدة أن تنقضي راجعها، ففعل ذلك مرارًا، فأنزل الله عزوجل فيه: { الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ } فوقَّتَ الطلاق ثلاثًا لا رجعة فيه بعد الثالثة، حتى تنكح زوجًا غيره۔] [6]

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (زمانہ جاہلیت) میں طلاق کے لیے کوئی وقت نہیں تھا، ایک شخص جب چاہتا عورت کو طلاق دے دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لیتا تھا۔ اسی طرح کا معاملہ انصار میں سے ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان ہوا، جیسا دوسروں لوگوں میں شوہر اور بیوی کے درمیان کچھ نزاع کا معاملہ ہو جاتا ہے، تو اس نے اپنی زوجہ سے کہا، نا میں تمہیں شوہر والا چھوڑوں گا، اور نہ بغیر شوہر والا (یعنی نہ مکمل طلاق دے کے فارغ کروں گا، اور نہ تم شوہر والی بن کے رہو گی)۔ تو وہ شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجوع کر لیتا اور اس نے اسی طرح کئی مرتبہ کیا، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرح سے آیت نازل ہوئی: {کہ طلاق دو مرتبہ ہے، پس چاہو تو اچھے طریقے سے اسے روک لو یا بھلے طریقے سے رخصت کر لو}، تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی تحدید تین تک فرما دی اور تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ وہ خاتون کسی اور جگہ نکاح کر لے (اور وہاں سے اسے اتفاقی طلاق ہو جائے یا اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو سابقہ شوہر سے دوبارہ نکاح کر سکتی ہے)۔

اس حدیث مبارکہ میں دور جاہلیت میں طلاق کے بلا تحدید ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ بعض روایات میں تو ایک شخص سو بار طلاق دے کر اسی طرح رجوع کر لیتا تھا۔ عرب میں مروج اس عرف میں دین اسلام نے تحدید کی کہ طلاق رجعی ایک یا دو بار تک ہو گی، اس دوران دوران عدت رجوع کیا جا سکتا ہے اور عدت مکمل ہو جانے کی صورت میں طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور وہ نکاح جدید سے باہم تعلق قائم کر سکتے ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد رجوع کا کوئی امکان نہیں رہتا، یہاں تک کہ تیسری طلاق کے بعد دوران عدت بھی رجوع کا اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک ہی صورت ممکن ہے کہ اس خاتون کا کسی اور جگہ نکاح ہو اور وہاں سے اتفاقی طلاق یا شوہر کے انتقال کی صورت میں سابقہ شوہر سے نکاح کیا جا سکتا ہے۔ گویا جاہلیت کے اس عرف کو دین اسلام نے محدود کر کے عورت کے ساتھ ظلم و زیادتی کا دروازہ بند کیا۔

---

[6] Ibn Kathīr, Abū al-Fidā' Ismāʻīl ibn ʻUmar. Tafsīr al-Qur'ān al-ʻAẓīm (Riyadh: Dār Ṭayba, 1420 AH/1999), 1:611.

2۔ ظہار سے بیوی کا حرام ہونا

عرب کے معاشرے میں ظہار کو بھی طلاق سمجھا جاتا تھا۔ ظہار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے کہ تم میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو۔ زمانہ جاہلیت میں ایسا کہنے سے بیوی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی، جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ نے سورہ مجادلہ کی آیت نمبر ایک کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تحریر کیا ہے کہ:

[عن ابن عباس، قال: كان ظهار الجاهلية طلاقا.][7]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کہ ظہار زمانہ جاہلیت میں طلاق سمجھی جاتی تھی۔)

دین اسلام میں ظہار کے تصور کی کلی نفی تو نہیں کی، لیکن اس کے اندر جامع اصلاحات لائیں۔ پہلی بات یہ کہ دین اسلام نے اس تصور کو غلط قرار دیا کہ ظہار سے کوئی بیوی ماں بن جاتی ہے، بلکہ ماں تو وہی ہوتی ہے، جس کے بطن سے انسان کی ولادت ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ ظہار سے بیوی کو طلاق واقع نہیں ہوتی، لیکن ایسا کہنا غلط ہے۔ جو لوگ ظہار کر لیں اور وہ اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہیں، تو ایسی صورت میں ان کو کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ کفارہ اس لیے ادا کیا جاتا ہے کہ اس نے بیوی کو ایک ایسے رشتے کے مشابہ قرار دیا جس سے اس کا نکاح و جنسی تعلق قائم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے بیوی کو اس طرح کے رشتوں کے مشابہ قرار دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔

ظہار کا کفارہ یہ ہے سورہ مجادلہ کی آیت تین اور چار میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک غلام کو آزاد کریں، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھیں اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ ضرورت مندوں کو اوسط درجے کا دو وقت کا کھانا کھلائیں۔[8]

3۔ ایلاء سے بیوی کا حرام ہونا

زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص یہ قسم کھاتا کہ وہ اتنے عرصے کے لیے بیوی کے پاس نہیں جائے گا، تو یہ ایلاء کہلاتا تھا۔ اہل عرب سال سال دو دو سال کے لیے ایسا کرتے تھے اور جب وہ مدت مکمل ہو جاتی تو دوبارہ ایسی قسم اٹھا لیتے۔ اس وجہ سے وہ عورت معلق رہتی تھی کہ باقاعدہ طلاق کا معاملہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ دین اسلام نے ایلاء کا دورانیہ متعین کیا کہ ایلاء (بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم) کا دورانیہ چار ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو گا۔ شوہر نے ایلاء کے بعد چار ماہ کے اندر اندر اگر بیوی سے قولی یا فعلی رجوع نہیں کیا تو اس عورت کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر رجوع کر لیا تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہو گا، جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ﴾[9]

(ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کریں تو ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے۔)

اس آیت مبارکہ میں زمانہ جاہلیت میں مروج ایلاء کی مدت کو چار ماہ تک محدود کر دیا۔ چار ماہ کے اندر اندر قولی یا فعلی رجوع کرنے کی صورت میں تو وہ بیوی برقرار رہے گی وگرنہ چار ماہ گزر جانے پر بیوی کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اس کے ذریعے عورت جو کئی کئی سال تک لٹکی رہتی تھی، ان پر سے اس زیادتی کا قلع قمع کیا۔ زمانہ جاہلیت میں ایلاء سے طلاق معجل کے حوالے سے بدائع الصنائع میں علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

[وَلِأَنَّ الْإِيلَاءَ كَانَ طَلَاقًا مُعَجَّلًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَجَعَلَهُ الشَّرْعُ طَلَاقًا مُؤَجَّلًا.][10]

---

7 Aṭ-Ṭabarī, Jāmiʿ al-Bayān fī Taʾwīl al-Qurʾān, 23:227.
8 Al-Mujādala, 58:3–4.
9 *Al-Baqara*, 2:226.
10 Al-Kāsānī, Abū Bakr ibn Masʿūd. Badāʾiʿ aṣ-Ṣanāʾiʿ fī Tartīb ash-Sharāʾiʿ (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1327 AH/1909), 3:176.

(اور جب کہ ایلاء (زمانہ جاہلیت) میں طلاق معجل (فوری طلاق) ہوتا تھا جب کہ شریعت (اسلامیہ) نے اسے طلاق مؤجل بنادیا۔)

گویا دین اسلام نے ایلاء کی صورت میں طلاق معجل کے بجائے ان کو چاہ ماہ تک کے دورانیے کی مہلت دی ہے، چار ماہ تک رجوع نہ ہونے کی صورت میں طلاق بائن کا وقع ہو گا۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول ہے:

[قال عبد الله بن عباس: كان إيلاء الجاهلية السنة والسنتين وأكثر من ذلك، فوقّت الله أربعة أشهر.][11]

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کہ زمانہ جاہلیت میں ایلاء سال، دو سال یا اس سے بھی زیادہ عرصے کے لیے ہوتا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے چار ماہ تک محدود کر دیا۔)

اس سے پتا چلتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ایلاء کے دورانیے کی کوئی قید نہیں تھی، دین اسلام نے اس کے دورانیے کو چار ماہ تک محدود کیا۔ گویا عرب کے عرف کو دین اسلام نے بالکل ختم نہیں کیا بلکہ اس میں پائی جانے والی خرابیوں کی اصلاح کی، تاکہ عورتوں پر اس کے ذریعے سے جو ظلم و زیادتی کی جاتی تھی اس کی روک تھاکی جاسکے۔

4۔ خلع کے ذریعے طلاق

اہل عرب میں طلاق کا اختیار تو مرد کے پاس ہی تھا، لیکن اگر کوئی خاتون اپنے گھر والوں یا ولی کے ذریعے مال یا کسی اور چیز کے بدلے میں اس کو طلاق دے، تو شوہر اگر اس پر رضامندی کا اظہار کر لیتا تو طلاق کا معاملہ ہو جاتا، اس کو خلع کہا جاتا تھا۔

جیسا کہ دکتور جواد علی لکھتے ہیں:

[أما الزوجة، فليس لها حق الطلاق، ولكنها تستطيع خلع نفسها من زوجها بالاتفاق معه على ترضية تقدمها إليه، كأن يتفاوض أهلها أو ولي أمرها أو من توسطه للتفاوض مع الزوج في تطليقها منه في مقابل مال أو جُعْل يقدم إليه. فإذا و افق عليه وطلقها۔][12]

(جہاں تک زوجہ کا معاملہ ہے، اس کو طلاق کا اختیار نہیں تھا، لیکن وہ باہم رضامندی کے ذریعے اپنے گھر والوں، یا ولی یا کسی اور کے ذریعے شوہر کو مال یا کسی اور چیز کے بدلے میں طلاق کی پیش کش کرتی، تو شوہر اگر اس پر رضامندی کا اظہار کرتا تو طلادے دیتا۔)

دین اسلام نے خلع کی اس صورت کو بعینہ برقرار رکھا اور سورہ بقرہ کی آیت دوسو انتیس فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[13] میں اس کی اجازت دی گئی کہ اگر بیوی شوہر کو پسند نہ کرتی ہو، اور شوہر کی جانب سے طلاق دینے کا معاملہ بھی نہ ہو تو بیوی اپنے مہر یا مال دے کر شوہر کو طلاق دینے کی پیش کش کر سکتی ہے، اور اگر شوہر اس پیش کش کو قبول کر کے، تو وہ طلاق دے دے گا، اس کو خلع کہا جاتا ہے، اور خلع کے ذریعے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔

[11] Az-Zuḥaylī, Wahba Muṣṭafā. At-Tafsīr al-Wasīṭ (Damascus: Dār al-Fikr, 1422 AH/2001), 1:123.
[12] ‘Alī, Al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-‘Arab Qabl al-Islām, 10:224.
[13] Al-Baqara, 2:229.

مبحث سوم: عدت سے متعلق عرب کے معاشرے کا عرف اور دین اسلام کی تعلیمات

1۔ بیوہ عورت کی عدت میں طوالت

زمانہ جاہلیت میں بیوہ عورت کی عدت کی مدت ایک سال ہوتی تھی۔ اس دوران وہ گند الباس پہنتی اور تنگ جگہ پر ایک سال کا دورانیہ پورا کرتی تھی ۔ زمانہ جاہلیت کے احوال سے متعلق دکتور جواد علی لکھتے ہیں:

[وأما "عدة" المتوفى عنها زوجها عند الجاهليين، فهي مدة حدادها حولًا كاملًا. وقد أبطلها الإسلام.][14]

(اور جہاں تک بیوہ کی عدت کا تعلق ہے، تو زمانہ جاہلیت میں اس کے سوگ کی مدت پورے ایک سال تھی، جس کو دین اسلام نے باطل قرار دیا۔)

بیوہ ایک سال کی عدت کس طور پر گزارتی تھی اس سلسلے میں صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت زینت رضی اللہ عنھا بیان کرتی ہیں کہ کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو جاتا تو وہ ایک تنگ جگہ پر سوگ کے لیے چلی جاتی اور اس دوران وہ خراب کپڑتے پہنا کرتی اور خوشبو سمیت باقی زیب وزینت کی چیزوں سے دور رہتی، جب سال مکمل ہوتا تو سوگ سے نکلنے کا طریقہ کار یہ ہوتا کہ کسی جانور کو لایا جاتا اور وہ اس پر ہاتھ پھیرتی اور پھر باہر نکل کر اس کو ایک مینگنی دی جاتی، جس کو وہ پھینکتی تھی، تو سوگ سے باہر آتی تھی۔[15]

مبحث چہارم: وراثت سے متعلق عرب کے معاشرے کا عرف اور اسلام کی تعلیمات

1۔ وراثت میں عورتوں کے حصے کی محرومی:

زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو میراث میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ سارا حصہ اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کو دیا جاتا تھا۔ اپنی اولاد میں سے بیٹوں میں سے جو چھوٹے ہوتے، ان کو بھی میراث میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ دکتور جواد علی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

[أن أهل الجاهلية كانوا يورثون الذكور دون الإناث. فكان "النساء لا يرثن في الجاهلية من الآباء، وكان الكبير يرث ولا يرث الصغير، وإن كان ذكرًا].[16]

(بے شک اہل جاہلیت میراث میں عورتوں کو چھوڑ کر صرف مردوں کو حصہ دیتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں عورتیں اپنے اباؤ اجداد کے حصوں وارث نہیں ہوتی تھیں۔ اسی طرح بیٹوں میں سے بھی بڑا بیٹا وارث بنتا تھا، چھوٹا نہیں بنتا تھا، اگرچہ وہ بیٹا ہوتا۔)

مندرجہ بالا عبارت سے اہل عرب کے یہاں میراث میں نہ صرف عورتوں کی محرومی کا پتا چلتا ہے، بلکہ بیٹوں میں سے بھی بڑے بیٹے کے علاوہ کو وراثت سے محروم کیا جاتا تھا۔ اہل عرب کے یہاں وراثت کی تقسیم کا اصول یہ تھا کہ اولاد میں سے وہ شخص وراثت کا حصہ دار بنتا، جو دشمن سے لڑنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے عورتیں اور بچے وراثت سے محروم کر دیئے جاتے تھے۔ دین اسلام نے وراثت کے احکام میں مردوں اور

[14] ‘Alī, Al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-‘Arab Qabl al-Islām, 10:229.

[15] Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb aṭ-Ṭalāq, “Bāb Wujūb al-Iḥdād fī ‘Iddat al-Wafāt wa Taḥrīmihi fī Ghayr Dhālik Illā Thalāthat Ayyām” (Riyadh: Dār as-Salām lil-Nashr wa at-Tawzī‘, 1419 AH/1998), Ḥadīth no. 2732.

[16] ‘Alī, Al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-‘Arab Qabl al-Islām, 10:238.

عورتوں سب کو اباؤ اجداد کی میراث میں باقاعدہ حصہ دار بنایا۔ میراث میں جس طرح مردوں کا حصہ ہے، اسی طرح عورتوں کا حصہ بھی ہے، چاہے میراث کم ہو یا زیادہ ہو۔ اس بارے میں قرآن مجید میں واضح طور پر فرمایا:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا ۔﴾[17]

(ترجمہ: مردوں کے لیے میراث میں حصہ ہے جو والدین یا قرابت دار چھوڑ جائیں اور اسی طرح عورتوں کے لیے بھی میراث میں حصہ ہے جو والدین اور قرابت دار چھوڑ جائیں، چاہے میراث کم ہو یا زیادہ ہو، یہ مقرر کردہ حصہ ہے۔)

بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کی موجودگی میں بیٹیوں کا حصہ بیٹوں کے مقابلے میں آدھا رکھا ہے، لیکن اس کے ساتھ عورتوں کو شادی کے بعد اپنے شوہر اور بیٹوں کی وراثت میں حصہ دار بنا کر وراثت کا عدل و انصاف پر مبنی جامع نظام عطا فرمایا ہے۔ وراثت کے حصص کی تفصیل سورہ نساء کی آیات میں تفصیلاً ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے وراثت کے عرف میں مقاتل ہونا وراثت کا سبب قرار دیا جاتا تھا، جب کہ دین اسلام نے کسی شخص کی اولاد ہونا ہی وراثت کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

فقہ الأسرہ کے حوالے سے عرب کے معاشرے کے عرف اور دین اسلام کی تعلیمات کا تجزیاتی جائزہ

فقہ الأسرہ کے حوالے سے پہلی مبحث میں عرب کے معاشرے میں رائج عرف کا جائزہ لیا گیا، جس کے تحت نکاح کی ان صورتوں کو بالکل ختم کیا گیا، جس میں ایک خاتون اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص یا اشخاص سے جنسی تعلق قائم کرتی تھی۔ مقاصد شریعت میں سے حفاظت نسل کا تقاضا ہے کہ نسل کی حفاظت کی جائے اور نکاح کے ذریعے پاکیزہ طریقے سے شوہر اور بیوی کے باہمی تعلق سے نسل انسانی کی حفاظت اور تربیت کا انتظام کیا جائے۔ بچے کے لیے اپنے حقیقی والدین کی صورت میں تربیت کے لیے ایسا منظم اور بے لوث نظام قائم کیا جائے، جس سے تعمیری سوچ کی حامل نسل تیار کی جائے۔ لہٰذا دین اسلام نے نکاح کے اس عرف کا بالکل خاتمہ کیا، جس سے حفاظت نسل میں شکوک و شبہات پیدا ہوں۔ عرب کے معاشرے کے نکاح کے اس عرف کو دین اسلام نے بعینہٖ برقرار رکھا، جس میں نکاح اور باقاعدہ مہر کے ذریعے شادی کا معاملہ کیا جاتا تھا۔

اسی طرح سوتیلی والدہ سے نکاح کے حوالے سے عرب کے عرف میں نکاح کا جائزہ لیا گیا۔ سوتیلی والدہ محرم رشتوں میں آتی ہیں۔ دین اسلام نے محرم رشتوں کی عظمت اور ادب و احترام کا نظام قائم کیا ہے، اس لیے ان سے نکاح کو حرام قرار دیا۔ مزید عرب کے معاشرے میں والد کے انتقال پر سوتیلی والدہ کو ملکیت میں شمار کیا جاتا تھا۔ جب کہ دین اسلام نے شوہر کے انتقال پر اس کی زوجہ کے لیے باقاعدہ میراث میں حصہ مقرر فرمایا اور عدت گزرنے کے بعد وہ کسی اور جگہ نکاح کرنا چاہیں، تو اولیاء کو اس میں رکاوٹ بننے سے منع کیا گیا ہے۔

نکاح شغار میں بھی چوں کہ بغیر مہر کے نکاح کا معاملہ کیا جاتا ہے، اس لیے دین اسلام نے عورتوں کی حق تلفی کی وجہ سے اس کا ناجائز قرار دیا۔ اسی طرح عرب کے معاشرے کے عرف میں تعدد ازواج کی چار تک تحدید کر دی۔ عرب کے معاشرے کے عرف میں کئی کئی شادیوں کا عرف تو تھا، لیکن اس معاشرے میں عورتوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کی جاتی تھی اور عورتوں کو محض ذاتی لذت کے حصول کی چیز سمجھا جاتا تھا، جس

[17] An-Nisā’, 4:7.

کی اپنی الگ شناخت اور حقوق کا تصور موجود نہیں تھا۔ دین اسلام نے نہ صرف بہ یک وقت چار کی اجازت دی، بلکہ ان کے درمیان عدل قائم کرنا بھی لازم قرار دیا۔ قرآن مجید میں واضح کیا کہ جس طرح مردوں کے حقوق ہیں، اسی طرح عورتوں کے بھی حقوق ہیں۔

فقہ الأسرہ کے حوالے سے عرب کے معاشرے میں زواج (نکاح) کے عرف میں باقاعدہ مہر کے ساتھ نکاح کے عرف کو بعینہ برقرار رکھ کر باقی سب عرف کو باطل قرار دیا۔

دوسری مبحث میں عرب کے معاشرے میں طلاق کے عرف کا جائزہ لیا گیا اور دین اسلام نے اس عرف میں کیا کیا اصلاحات کیں، اس کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بلا تحدید طلاق کے عرف کو محدود کیا گیا کہ تین طلاق کے بعد رجوع کا امکان نہیں ہو گا۔ مزید عرب کے عرف میں بلا تحدید طلاق اور عدت کے اختتام سے پہلے رجوع کے حوالے سے عورتوں کی عدت کے دورانیہ بہت طویل ہوتا تھا، جو عورتوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس کا ازالہ کرتے ہوئے طلاق میں رجوع صرف طلاق رجعی جو دو مرتبہ ہے، کی صورت میں دیا گیا۔

اسی طرح ظہار کی صورت میں طلاق میں اصلاحات لائیں اور ظہار کی صورت میں کفارہ ادا کر کے تعلق قائم کرنے کی اجازت دی۔ مزید اس تصور کی بھی نفی کی کہ بیوی کو ماں سے تشبیہ دینے سے، اس کو ماں کا درجہ مل جاتا ہے۔ اسی طرح عرب کے عرف میں ایلاء کو بھی لا محدود سے چار مہینے تک مقید کیا۔ اسی طرح خلع کی صورت میں عرب کے عرف کو دین اسلام نے بعینہ برقرار رکھا، اس لیے کہ اس میں حفاظت نسل سمیت کسی مرد و عورت پر کسی طرح کی زیادتی کا پہلو موجود نہیں تھا۔ طلاق کے عرف کے حوالے سے دین اسلام نے طلاق بلا تحدید کے عرف کو تین تک مقید کیا اور ایلاء کو بھی چار ماہ تک مقید کیا اور ظہار کا کفارہ بیان کیا۔

تیسری مبحث میں عدت سے متعلق عرب کے معاشرے کے عرف کا جائزہ لیا گیا اور دین اسلام نے اس میں کیا کیا اصلاحات لائیں، ان کا جائزہ پیش کیا گیا۔ بیوہ کی عدت عرب کے عرف میں ایک سال ہوتی تھی، جس میں عورتوں پر ایسی پابندیاں بھی لگائی جاتیں تھیں، جو انسان کے بنیادی حقوق میں حق سلبی کے پہلو میں شمار کی جاتی ہیں۔ اس لیے دین اسلام نے بیوہ کی عدت کو بھی چار ماہ دس دن یا حمل کی صورت میں وضع حمل تک محدود کیا۔

چوتھی مبحث میں وراثت سے متعلق عرب کا عرف کا جائزہ لیا گیا، جس کے مطابق عورت کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ اسی طرح اپنی اولاد میں سے بڑے بیٹے کے علاوہ کو بھی وراثت سے محروم کیا جاتا تھا۔ اس عرف میں دین اسلام نے عورتوں سمیت سب اولاد چاہے مذکر ہو یا مؤنث، حصہ مقرر فرمایا۔ گویا عرب کے عرف کو تبدیل کر کے عدل و انصاف پر مبنی وراثت کے احکام عطا فرمائے۔

مبحث پنجم: فقہ الأسرہ اور عصر حاضر میں اس کا اطلاق

فقہ الأسرہ (عائلی احکام) کے حوالے سے مذکورہ مباحث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ عرب کے عرف میں دین اسلام میں بعض اعراف کو بعینہ برقرار رکھا، بعض اعراف کو بالکل ختم کر دیا، بعض اعراف میں تحدید کی اور بعض اعراف کی جگہ عدل و انصاف پر مبنی جامع تعلیمات عطا کیں۔ عرب کے عرف میں مذکورہ اصلاحات کے حوالے سے دین اسلام کے پیش نظر حفاظت نسل، خاندانی نظام کی پاکیزگی، مردوں اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت اور فحاشی اور بے حیائی کا خاتمہ تھا۔ اس تناظر میں فقہ الأسرہ کے حوالے سے عصر حاضر میں اطلاقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

1۔ خِطبہ کے موقع پر لڑکے کا لڑکی کو انگوٹھی پہنانا

عصر حاضر میں بعض جگہوں کا یہ عرف ہے کہ خِطبہ (منگنی) کے موقع پر لڑکا خود لڑکی کو انگوٹھی پہناتا ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ خِطبہ کی حیثیت محض ایک وعدہ نکاح کی ہوتی ہے۔ نکاح سے پہلے پہلے لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے لیے نامحرم ہوتے ہیں، لہذا فقہ الأسرہ کی مذکورہ مباحث کی روشنی میں اس عرف کو ناجائز قرار دیا جائے گا۔

2۔ آن لائن نکاح

عصر حاضر میں لڑکے کی بیرون ملک یا نکاح کے مقام سے دوری کی وجہ سے بعض اوقات آن لائن نکاح کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ نکاح بنیادی طور پر ایک مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کا نام ہے۔ اس لیے اگر آن لائن میں اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ ایک ہی مجلس ہے اور اس میں ایجاب و قبول اسی مجلس میں ممکن ہو، تو ایسی صورت کو جائز قرار دیا جائے گا۔

3۔ قرآن سے شادی

اندرون سندھ اور اندورن پنجاب کی بعض جگہوں پر یہ عرف ہے کہ وہ عورت کی قرآن سے شادی کرا دیتے ہیں۔ اس کے پیچھے یہ مقاصد ہوتے ہیں کہ وہ اپنی زمینوں اور جائیدادوں میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتے۔ اس وجہ سے رسمی طور پر عورت کو کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ کی قرآن سے شادی ہو گئی ہے۔ یہ سراسر عورتوں کے ساتھ ظلم ہے اور دین اسلام نے فقہ الاسرہ کا جو نظام تشکیل دیا ہے، یہ اس کے بنیادی مقاصد کے برخلاف ہے، لہذا اس عرف کو کلی طور پر ناجائز قرار دیا جائے گا۔

4۔ شادی کے موقع پر نیوتہ کی رسم

شادی کے موقع پر کچھ رقم دی جاتی ہے اور اس کا مکمل حساب کتاب رکھا جاتا ہے اور جب دوسرے شخص کے ہاں شادی ہوتی ہے، تو اس کی دی ہوئی رقم کو دیکھتے ہوئے کچھ اضافی یا اتنی ہی رقم واپس اس کی شادی میں دی جاتی ہے، اس کو نیوتہ کی رسم کہا جاتا ہے۔ شادی بیاہ، یا کسی خوشی کے موقع پر تحائف کا تبادلہ منع نہیں ہے۔ تحائف سے مقصود اللہ کی رضا اور بلانیت واپسی ہوتا ہے۔ اس لیے اگر اس اصول کے تحت شادی کے موقع پر تحائف کا تبادلہ ہو تو اس کی جوازیت ہو گی۔ لیکن اس کے برخلاف باقاعدہ لین دین ہو تو اس میں میں کمی بیشی کرنا سود کے زمرے میں آتا ہے۔ اسی طرح بعض کے ہاں ایک یا دو شادیاں ہوں گی، بعض کے ہاں اس سے زیادہ ہوں گی اور بعض کے ہاں بالکل بھی نہیں ہوں گی، لہذا اس صورت میں لین دین کی صورت میں سود و دیگر غیر شرع امور سے نہیں بچا جا سکتا، اس لیے ایسے عرف کو ناجائز قرار دیا جائے گا۔

5۔ عورتوں کی ورثت سے محرومی

آج کل کے عرف میں عورتوں کو وراثت سے محروم کیا جاتا ہے اور وراثت صرف مردوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت وراثت کا مطالبہ کرے، تو اس کو میکے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ یہ جاہلیت کا عرف تھا جس کو دین اسلام نے آکر ختم کیا، اس سے عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔

نتائج البحث

مذکورہ مباحث کے درج ذیل نتائج پیش کیے جاتے ہیں:

* عرب کے معاشرے میں نکاح کے عرف کے حوالے سے کئی طرح کی خرابیاں تھیں، جن میں اہم ترین عورت کا شوہر کے علاوہ کسی اجنبی سے جنسی تعلق قائم کرنا تھا، اس عرف کو دین اسلام نے مکمل طور پر ختم کر دیا۔ اس لیے کہ ایسا کرنا مقاصد شریعت میں سے حفاظت نسل کے لیے نقصان دہ ہے۔
* سوتیلی والدی سے نکاح کو حرام قرار دیا اور اسی طرح نکاح شغار کو بھی ناجائز قرار دیا، اس لیے کہ سوتیلی ماں کی محرمیت کی وجہ سے نکاح کی حرمت ہے اور نکاح شغار میں عورت کو حق مہر سے محروم کرنا، اس کے ناجائز ہونے کی وجہ ہے۔
* عرب کے معاشرے میں مہر کے ساتھ باقاعدہ نکاح کا عرف بھی موجود تھا، جس کو دین اسلام نے برقرار رکھا ہے۔

* عرب کے معاشرے میں بلا تحدید طلاق کے عرف کو تین تک محدود کیا اور ایلاء کی لامحدود میعاد کو چار ماہ تک محدود کیا۔
* اسی طرح عرب کے معاشرے میں ظہار کے عرف کے تصور کو ختم کیا اور اس کے لیے کفارہ کے نظام کو جاری کیا۔
* بیوہ کی طویل عدت کے عرف کو چار ماہ دس دن یا وضع حمل تک محدود کیا۔
* عرب کے معاشرے میں وراثت سے عورتوں اور دیگر افراد کو محروم کرنے کے عرف کو دین اسلام نے ختم کیا اور تمام مردوں اور عورتوں کے طے شدہ حصے بیان کیے۔
* فقہ الاُسرہ کے حوالے سے عصر حاضر کے عرف میں سے خِطبہ (منگنی) کے موقع پر لڑکے کا لڑکی کو انگوٹھی پہنانے کا عرف بے حیائی اور نا محرم کی حدود و قیود کی خلاف ورزی کی بنیاد پر ناجائز ہو گا۔
* آن لائن نکاح میں اتحاد مجلس کی شرائط پوری ہونے پر نکاح منعقد ہو جائے گا۔
* قرآن سے شادی کا عرف اسلام کے خاندانی نظام کی روح اور لڑکی کے حقوق کی حق تلفی کی وجہ سے ناجائز قرار دیا جائے گا۔
* شادی کے موقع پر نیوتہ کا عرف لین دین میں سود و دیگر خرابیوں کی وجہ سے ناجائز ہو گا۔
* وراثت میں عورتوں کو محروم کرنے کا عرف شریعت سے متصادم ہونے اور عورتوں کی حق تلفی کی وجہ سے ناجائز ہو گا۔

سفارشات

* ہر دور کے فقہ الاُسرہ (عائلی احکام) کے عرف کو دین اسلام کے عرب کے عرف میں اصلاحات کے اصول وضوابط کی روشنی میں دیکھا جائے۔
* فقہ الاُسرہ کے حوالے سے دیگر امور جیسے رجعت، وصیت، نفقہ اور خضانت وغیرہ کے امور کا بھی عہد جاہلیت کے عرف کا مطالعہ کیا جائے اور اس میں دین اسلام کی اصلاحات کے اصول وضوابط اخذ کیے جائیں۔
* فقہ الاُسرہ کے حوالے سے مختلف ادوار میں ہونے والی عرفی تبدیلیوں کو کلی طور پر غلط کہنے کے بجائے ان شریعت کے عمومی مزاج کو دیکھ کر صحیح و غلط کا فیصلہ کیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl. *Al-Jāmi‘ aṣ-Ṣaḥīḥ*, Kitāb an-Nikāḥ, “Bāb Man Qāla Lā Nikāḥ Illā bi-Walī” (Beirut: Dār Ṭawq an-Najāḥ, 1422 AH/2001).
* Burū, Tawfīq. *Tārīkh al-‘Arab al-Qadīm* (Beirut: Dār al-Fikr, 1422 AH/2001).
* ‘Alī, Jawād. *Al-Mufaṣṣal fī Tārīkh al-‘Arab Qabl al-Islām* (Beirut: Dār as-Sāqī, 1422 AH/2001).
* Aṭ-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr. *Jāmi‘ al-Bayān fī Ta’wīl al-Qur’ān* (Beirut: Mu’assasat ar-Risāla, 1421 AH/2000).
* Ibn Kathīr, Abū al-Fidā’ Ismā‘īl ibn ‘Umar. *Tafsīr al-Qur’ān al-‘Aẓīm* (Riyadh: Dār Ṭayba, 1420 AH/1999).
* Al-Kāsānī, Abū Bakr ibn Mas‘ūd. *Badā’i‘ aṣ-Ṣanā’i‘ fī Tartīb ash-Sharā’i‘* (Cairo: Dār al-Kutub al-‘Ilmiyya, 1327 AH/1909).
* Az-Zuḥaylī, Wahba Muṣṭafā. *At-Tafsīr al-Wasīṭ* (Damascus: Dār al-Fikr, 1422 AH/2001).
* Muslim ibn al-Ḥajjāj. *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb aṭ-Ṭalāq, “Bāb Wujūb al-Iḥdād fī ‘Iddat al-Wafāt wa Taḥrīmihi fī Ghayr Dhālik Illā Thalāthat Ayyām” (Riyadh: Dār as-Salām lil-Nashr wa at-Tawzī‘, 1419 AH/1998).